AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/article/view/34 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.2, Issue.2 (2024) PRINT - ISSN- 3006-5941

تعلقات عامہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Public Relations in the Light of Islamic Teachings

Muhammad Fazal ur Rehman

Ph.d scholar Department of Islamic studies & Arabic

Gomal University Dera Imail Khan KPK Pakistan

Email: fazaldik@gmail.com

Dr. Muhammad Shuaib Gangohee

Professor Department of Islamic studies & Arabic

Gomal University Dera Imail Khan KPK Pakistan

Email: m.shuaibgangohee@gmail.com

Abdun Nasir

Ph.d scholar Department of Islamic studies & Arabic

Gomal University Dera Imail Khan KPK Pakistan

Email: abdunnasirmarwat@gmail.com

Abstracts:

This research paper presents public relations in the light of Islamic teachings, which include the Quran, Hadith, and the biography of the Prophet Muhammad (peace be upon him). These three sources emphasize the importance of public relations. Firstly, the Quranic teachings discuss the foundations of public relations, which are based on moral principles and human welfare. Then, the Quranic guidance on public relations based on justice and fairness is discussed. Furthermore, the principles of successful relationships, such as honesty and trustworthiness, are presented, highlighting that these are essential characteristics of Islamic social relations.The paper also discusses the importance of avoiding lies and deception, as these harm public relations. Additionally, the Quranic teachings on patience and forgiveness are presented as a practical example. The prophetic guidelines on public relations are also discussed,

including the teachings on good morals, honesty, transparency, equality, justice, truthfulness, trustworthiness, considering people's needs, serving humanity, respecting people's rights, tolerance, patience, and consultation. Finally, the paper discusses public relations in the light of the Prophet's biography, highlighting that his behavior is the foundation of public relations. Specific examples include public relations during the Makki period, public relations during the Madani period, the establishment of brotherhood in Madinah, consultation and wisdom (Shura), consultation during the Battle of Uhud, consultation during the Treaty of Hudaybiyah, the Prophet's Mosque as a central public relations hub, and the organization of the Madinah market: economic public relations.

Keywords: Public relations, Foundations of public relations, Moral principles, Human welfare, Justice and fairness, Honesty and trustworthiness, Evoiding lies and deception, Transparency, Equality, Considering people's needs, Public relations during the Makki period and the Madani period.

تعارف موضوع

تعلقات عامہ انسانی تعلقات کا ایک اہم پہلو ہے جو افراد اور گروپوں کے درمیان تعلقات، تفہیم اور اعتماد کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے۔ اسلام نے تعلقات عامہ کو نہ صرف ایک سماجی ضرورت سمجھا بلکہ اس کے لیے مخصوص اصول بھی دیے ہیں اور یہ اسلامی تعلیمات اسلامی معاشرے میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔

قران مجید انسانوں کے درمیان تعلقات کی اہمیت پر زور دیتا ہے اور مختلف اصول فراہم کرتا ہے تاکہ معاشرے میں اچھی خوبیاں مثلا امن، انصاف بھائی چارہ، ہم اہنگی، حسن سلوک، احترام، تعاون، محبت، صداقت، امانت داری، ایفائے عہد اور تعلقات میں اعتماد وغیرہ قائم ہوسکے اور بری عادات مثلا جھوٹ، تفرقہ بازی، عداوت، نفرت اور خیانت وغیرہ سے بچا جاسکے قران تعلقات کو مضبوط بنانے اور سماجی انصاف کو فروغ دینے پر زور دیتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم کی تعلیمات ہر زمانے کے لیے رہنمائی کا منبع ہیں خصوصا تعلقات عامہ کے ضمن میں آپ کا کردار اور ارشادات ایک مکمل ضابطہ فراہم کرتے ہیں آپ نے اپنے اخلاق اور حکمت عملی کے ذریعے نہ صرف مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور محبت کو فروغ دیا بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک انصاف اور خیر خواہی کے اصولوں پر مبنی تعلقات قائم کرنے کی عملی مثال پیش کی۔

اور نبی کریم کی سیرت میں بھی تعلقات کی تعلیمات واضح طور پر نظر اتی ہیں اپ کی زندگی تعلقات کی حقیقت، حکمت اور بصیرت کی بھرپور مثالوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے نہ صرف معاشرتی ہم اہنگی کو فروغ دیا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی پرامن تعلقات کی بنیاد رکھی۔

زیر نظر ریسرچ پیپر میں تعلقات عامہ کو اسلامی تعلیمات یعنی قرآن و سنت اور نبی کریم کی سیرت کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

تعلقات عامہ کے بارے میں قرآنی تعلیمات

قرآن مجید انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے جامع ہدایت فراہم کرتا ہے، اور تعلقات عامہ اس میں ایک اہم موضوع کے طور پر زیر بحث آتا ہے۔ قرآن مجید میں روابط اور تعلقات کو مضبوط بنانے، خیر خواہی، عدل و انصاف، صبر و تحمل، اور امانت داری کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ کتاب انسانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کرنے اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دینے کی ترغیب دیتی ہے۔ اس فصل میں ان قرآنی احکامات کا مطالعہ کیا جائے گا جو تعلقات عامہ کی تشکیل و تنظیم کے اصول فراہم کرتے ہیں۔ ان آیات کے ذریعے یہ واضح ہوگا کہ قرآن مجید کس طرح تعلقات کو مضبوط اور سماج کو بہتر بنانے کی رہنمائی کرتا ہے۔

قرآنی تعلیمات میں تعلقات عامہ کی بنیادیں

قرآن کریم میں انسانوں کے باہمی تعلقات کا خاص مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آپس میں میل جول اور حسن سلوک کی تعلیم دی ہے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی قائم ہو۔ تعلقات کی بنیاد میں اخلاقی اصول اور انسانی فلاح کی تعلیم دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نیک عمل کی بنیاد پر تمام انسانوں کو یکساں انعام کا وعدہ کیا ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔

قرآن مجید نے انسانوں کے درمیان محبت، احترام اور تعاون کے رشتہ کو فروغ دینے کی تعلیم دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"[i]

(یقیناً مسلمانوں، یہودیوں، نصرانیوں اور صابیوں میں سے جو بھی ایمان لائے اور نیک عمل کرے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ انہیں کسی خوف کا سامنا ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

یہ آیت انسانوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد پر واضح اصول فراہم کرتی ہے کہ ایمان اور نیک عمل کے ذریعے ہم سب کے درمیان بھائی چارہ، احترام اور امن قائم کیا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایات کے ذریعے انسانوں کے درمیان حسن سلوک، صبر، اور تحمل کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا"[ii]

(اور اللہ کے بندوں میں سب سے اچھے وہ ہیں جو آپس میں اچھا سلوک کرتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں "بس سلام")

یہ آیت تعلقات کے بارے میں ایک اہم اصول سکھاتی ہے کہ انسانوں کو تحمل، نرمی اور سکون کے ساتھ پیش آنا چاہیے، خاص طور پر جب انہیں جاہلوں یا بد سلوکی کا سامنا ہو۔ اس کا پیغام ہے کہ اخلاقی اور نرم رویہ اختیار کرنا انسان کے کردار کو بلند کرتا ہے، اور اس کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی اور امن کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/article/view/34 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.2, Issue.2 (2024) PRINT - ISSN- 3006-5941

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اتحاد اور یکجہتی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ قرآن مجید مسلمانوں کو اپنے آپس کے تعلقات میں تعاون، یکجہتی اور مضبوطی کی دعوت دیتا ہے، اور فرقہ واریت یا تفرقے سے بچنے کی ہدایت دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَ اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَ لَا تَفَرَّقُوا"[iii]

(اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو)

یہ آیت مسلمانوں کو اتحاد کی اہمیت سکھاتی ہے اور ان کو اللہ کی ہدایات کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتی ہے تاکہ وہ اپنی صفوں میں تفرقہ اور اختلافات سے بچ سکیں۔ جب انسان اللہ کی ہدایات پر عمل پیرا ہوں گے تو ان کے درمیان تعاون، احترام اور محبت کا ماحول پیدا ہو گا، جو کہ سماجی تعلقات کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے۔

قرآن میں انسانوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد صداقت، خیر خواہی، اور اتحاد پر رکھی گئی ہے تاکہ معاشرت میں امن و سکون قائم ہو سکے۔ ان اصولوں کو اختیار کرنے سے فرد اور معاشرہ دونوں فلاح پاتے ہیں۔

عدل اور انصاف: تعلقات عامہ کی قرآنی رہنمائی

قرآن مجید میں عدل اور انصاف کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور یہ دونوں اصول تعلقات عامہ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انسانوں کے درمیان تعلقات میں عدل قائم کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی، امن، اور فلاح کی فضا قائم ہو۔ انصاف کا عمل نہ صرف فردی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی ضروری ہے، تاکہ لوگوں کے درمیان اعتماد اور احترام کی فضا پیدا ہو سکے۔

قرآن میں متعدد آیات ہیں جو عدل اور انصاف کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ٘ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ٙ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ "[iv]

(اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے)۔

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ ہمیں اپنی ذاتی دشمنی یا نفرت کو اپنے فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہنا چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عدل کو ہر سطح پر قائم کرنے کی ہدایت دی ہے، خاص طور پر جب لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کی بات ہو۔ جب انسانوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے، تو ہمیشہ عدل و انصاف کو بنیاد بنانا ضروری ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کا تعصب، نفرت یا ذاتی مفاد شامل نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا-وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ-اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا

يَعِظُكُمْ بِهٖ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا"[v]

(بے شک اللہ تمہیں حکم دیتاہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے)

لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے میں کسی بھی تعصب یا ذاتی رائے کو شامل نہیں کرنا چاہیے، بلکہ صرف انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ انصاف کی بنیاد پر فیصلے کیے جائیں تاکہ سماجی تعلقات میں اعتماد، احترام اور توازن قائم ہو۔

صداقت اور امانت کامیاب تعلقات کے اصول

صداقت اور امانت داری اسلامی معاشرتی تعلقات کی اہم خصوصیات ہیں، جنہیں قرآن میں بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ان دونوں اصولوں کی بنا پر انسانوں کے درمیان اعتبار اور اطمینان قائم ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو مسلمانوں کے لیے کامل نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو ایک ایسا معیار بنایا ہے جس کی پیروی کرنے سے دنیاوی اور اخروی کامیابی ممکن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا"[vi]

(تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ سے امید رکھتا ہو اور آخرت کے دن کا یقین رکھتا ہو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو)

یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کی اہمیت اور اس کے عملی پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت تعلقات عامہ، انصاف، محبت، اور اخلاقی قیادت کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ زندگی کے ہر پہلو میں نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنانا ہی دنیاوی اور اخروی کامیابی کی ضمانت ہے، اور انسانوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط بنانے کا ذریعہ بھی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف اور امانت داری کو مسلمانوں کے بنیادی اخلاقی اصولوں میں شامل کیا ہے۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے میں تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا-وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ"[vii]

(اور جب کوئی امانت تمہیں دی جائے تو اسے اس کے مالک تک پہنچا دو، اور جب تمہارے درمیان فیصلہ کیا جائے تو انصاف سے فیصلہ کرو۔)

امانت داری اور انصاف نہ صرف فرد کی ذاتی زندگی کے لیے اہم ہیں بلکہ تعلقات عامہ کی بنیاد بھی ہیں۔ اس آیت کا پیغام ہے کہ جب لوگ اپنی ذمہ داریوں کو امانت سمجھ کر ادا کریں اور فیصلوں میں انصاف کو ملحوظ رکھیں تو معاشرتی ہم آہنگی، اعتماد اور امن قائم ہوتا ہے۔ یہ اصول تعلقات کو مستحکم اور پائیدار بنانے کا ذریعہ ہیں۔

قرآن مجید میں صداقت اور سچائی کو ایمان کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نہ صرف خود تقویٰ اختیار کرنے کی

تاکید کی ہے بلکہ یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سچائی کے راستے پر گامزن رکھنے کے لیے سچوں کی معیت اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوا اتَّقُوا اللّـٰهَ وَكُـوْنُـوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ"[viii]

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو)

یہ آیت ہمیں تعلیم دیتی ہے کہ تقویٰ اور صداقت کے بغیر کامیاب تعلقات ممکن نہیں۔ صداقت تعلقات میں اعتماد اور شفافیت پیدا کرتی ہے۔ اس آیت کا پیغام یہ ہے کہ سچائی کو اپنی زندگی اور تعلقات کا محور بنائیں اور ایسے لوگوں کے ساتھ رہیں جو صداقت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوں۔

جھوٹ اور دھوکہ دہی سے اجتناب

قرآن مجید میں جھوٹ اور دھوکہ دہی کو سختی سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ اعمال انسانی تعلقات کو تباہ کرنے، اعتماد کو ختم کرنے، اور معاشرتی نظام کو نقصان پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔ جھوٹ اور دھوکہ دہی نہ صرف اخلاقی گراوٹ کی علامت ہیں بلکہ تعلقات عامہ میں بداعتمادی اور تنازعات کو جنم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچائی کو ایمان اور تقویٰ کی علامت قرار دیا ہے، جبکہ جھوٹ کو گناہ اور فسق کی علامت کہا ہے۔

قرآن مجید میں جھوٹ کو نہایت ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے، اور جھوٹے گواہی کو ایک بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔ تعلقات عامہ میں، جہاں اعتماد اور دیانت داری بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ جھوٹے گواہیاں نہ صرف فرد کے کردار کو نقصان پہنچاتی ہیں بلکہ معاشرتی انصاف کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ قرآن ان اعمال کو سختی سے منع کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ"[ix] (اور جھوٹی گواہی سے بچو)

یہ آیت جھوٹ سے اجتناب کی واضح ہدایت دیتی ہے اور تعلقات میں صداقت کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ جھوٹے گواہی دینا ایک ایسا عمل ہے جو تعلقات کو خراب کرتا ہے اور انصاف کے تقاضوں کو پامال کرتا ہے۔ قرآن کی یہ تعلیم ہمیں یاد دلاتی ہے کہ سچائی کو اپنانا اور جھوٹ سے بچنا ہی تعلقات کو مضبوط اور معاشرے میں انصاف اور امن قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

وعدہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جو انسان کو اپنے قول پر قائم رہنے اور دوسروں کے ساتھ اعتماد کا رشتہ قائم کرنے کا درس دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ خلافی کو ناپسند فرمایا ہے اور وعدے کی ادائیگی پر زور دیا ہے تاکہ تعلقات مضبوط اور معاشرتی نظام مستحکم رہے۔

ارشاد ربانی ہے:"وَ اَوْفُوا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْ لًا"[x]

(اور اپنے وعدے پورے کرو، کیونکہ وعدوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا)

وعدہ پورا کرنا نہ صرف ایک اخلاقی فرض ہے بلکہ اللہ کے ہاں اس کی جواب دہی بھی ہوگی۔ تعلقات عامہ میں وعدہ پورا کرنا اعتماد کی بنیاد ہے، اور اس کے بغیر تعلقات کمزور ہو سکتے ہیں۔

قرآن مجید سماجی انصاف اور معاشرتی تعلقات کی اصلاح پر زور دیتا ہے، خاص طور پر ان لوگوں کے خلاف جو ناپ تول میں کمی کرتے

Recognized by HEC in Y-Category
ONLINE - ISSN- 3006-595X
PRINT - ISSN- 3006-5941

ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ"[xi] (اور دھوکہ دینے والوں کے لیے ہلاکت ہے)۔

یہ آیات انصاف، دیانت داری اور دوسروں کے حقوق کے احترام کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں۔ناپ تول میں بددیانتی تعلقات عامہ کو متاثر کرتی ہے، جبکہ قرآن ہمیں صداقت اور انصاف کی تعلیم دیتا ہے تاکہ معاشرتی تعلقات مضبوط اور قابل اعتماد ہوں۔

صبر اور معافی: قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ

صبر اور معافی اسلامی تعلیمات کا ایک ایسا خوبصورت پہلو ہیں جو انسانوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط اور پرامن بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید بار بار صبر کرنے اور معاف کرنے کی تلقین کرتا ہے، کیونکہ یہ دونوں صفات نہ صرف اخلاقی بلندی کا مظہر ہیں بلکہ معاشرتی ہم آہنگی کے لیے بھی ضروری ہیں۔تعلقات عامہ میں صبر کے ذریعے مشکلات کا مقابلہ اور معافی کے ذریعے دلوں کو جوڑنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اسلامی تعلیمات میں معافی، درگزر، اور بخشش کو تعلقات عامہ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، جو معاشرتی ہم آہنگی اور محبت کو فروغ دینے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ قرآن مجید انسانوں کے تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے اخلاص اور ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے، تاکہ معاشرہ امن اور بھائی چارے کا گہوارہ بن سکے۔

"وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"[xii]

(اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی غفور ورحیم ہے)

یہ آیت تعلقات میں درگزر، معافی اور ہمدردی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے، جو اسلامی تعلیمات کا بنیادی حصہ ہیں اور سماجی تعلقات کو مضبوط بنانے کا ذریعہ ہیں۔

قرآن مجید میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسان اپنے غصے کو پی جائے اور دوسروں کے ساتھ درگزر کرے تاکہ سماجی ہم آہنگی اور بھائی چارہ قائم ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ"[xiii]

(اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے)۔

یہ آیت غصے کو قابو میں رکھنے اور لوگوں سے معاف کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، جو اسلامی تعلیمات کا حصہ ہیں اور انسانوں کے درمیان بہتر تعلقات اور امن کا راستہ فراہم کرتی ہیں۔

صبر ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ کی مدد کا وعدہ کیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ"[xiv] (بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ جو شخص صبر کرتا ہے، اللہ کی مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ صبر کے ذریعے انسان اپنے معاشرتی تعلقات کو

بھی بہتر بنا سکتا ہے اور زندگی کی مشکلات میں استقامت دکھا سکتا ہے، کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ صابرین کی مدد کرتا ہے۔

تعلقات عامہ کے بارے میں نبوی ﷺ ہدایات

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں، جن میں تعلقات عامہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں تعلقات قائم کرنے، انہیں مضبوط کرنے، اور مختلف اقوام و طبقات کے ساتھ حسنِ سلوک کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ کی ہدایات کا مقصد نہ صرف مسلمانوں کے درمیان اتحاد و محبت کو فروغ دینا تھا بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی انصاف، خیر خواہی، اور امن کے اصولوں پر مبنی تعلقات استوار کرنا تھا۔

اس فصل میں رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات اور عملی مثالوں کا جائزہ لیا جائے گا جو تعلقات عامہ کے حوالے سے مشعلِ راہ ہیں اور ہر دور کے لیے قابلِ تقلید ہیں۔

اخلاقِ حسنہ کی تعلیم

اخلاقِ حسنہ تعلقات عامہ کا بنیادی جزو ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے حسن اخلاق کے ذریعے اسلام کے پیغام کو عام کیا۔ آپؐ کی شخصیت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ ہر انسان سے عزت اور محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، چاہے وہ مومن ہو یا غیر مومن۔

اسلامی تعلیمات میں تعلقات عامہ کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، اور اس کی بنیاد اخلاقِ حسنہ پر رکھی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک اہم مقصد انسانیت کو ایسے اخلاقی اصولوں سے روشناس کرانا تھا جو تعلقات کو مضبوط اور معاشرتی مسائل کو حل کر سکیں۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عمل کے ذریعے انسانوں کے درمیان تعلقات کو استوار کرنے اور ایک پر امن اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کے لیے مثالی رہنمائی فراہم کی۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ." [xv]

(میں تو بس اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں)

یہ حدیث تعلقات عامہ کی اخلاقی بنیاد کو واضح کرتی ہے اور انسانوں کو اعلیٰ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے عفو و درگزر، انصاف اور شفقت کے ذریعے مثالی تعلقات قائم کیے۔ اس حدیث کی روشنی میں، اخلاقِ حسنہ کو معاشرتی تعلقات کی اصلاح کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

اسلامی تعلیمات انسانوں کے درمیان امن و آشتی، محبت، اور خیر خواہی کے فروغ پر مبنی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تعلقات عامہ کو بہتر بنانے کے لیے نہ صرف اصول وضع کیے بلکہ اپنے عمل سے ان کی عملی تصویر پیش کی۔ آپ ﷺ نے اخلاقِ حسنہ کے ذریعے دوسروں کو نقصان سے محفوظ رکھنے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ." [xvi]

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔)

یہ حدیث تعلقات عامہ کے بنیادی اصول کا درس دیتی ہے کہ ایک مسلمان دوسروں کے لیے خیر خواہ اور امن کا ذریعہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے زبان اور عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچانے کو حقیقی اسلام کی علامت قرار دیا۔ اس حدیث کی روشنی میں، تعلقات عامہ میں ذمہ داری، صبر، اور دوسروں کے حقوق کا احترام لازم ہے۔

اسلامی تعلیمات میں زبان کے استعمال کو خاص اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ یہ تعلقات عامہ کا ایک بنیادی ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں زبان کو خیر اور بھلائی کے فروغ کے لیے استعمال کرنے کی تاکید فرمائی۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ." xvii

(جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔)

یہ حدیث تعلقات عامہ کے لیے زبان کے محتاط استعمال کی تعلیم دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھلائی کی بات کو انسانیت کی خدمت اور خاموشی کو نقصان سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا۔ اس حدیث کی روشنی میں، مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی گفتگو سے دوسروں کے دل جیتے اور فساد سے بچے۔

دیانت داری اور شفافیت

دیانت داری اور شفافیت اسلامی معاشرت کا اہم حصہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرت میں ہمیشہ دیانت داری اور شفافیت کو اپنایا، جو تعلقات عامہ کے اصولوں میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ دونوں خصوصیات معاشرتی اعتماد اور ایمانداری کو فروغ دیتی ہیں، جس سے معاشرت میں عدل و انصاف قائم ہوتا ہے۔

اسلامی معاشرت میں امانت داری کو بہت اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ یہ تعلقات عامہ کی بنیاد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل اور ارشادات کے ذریعے امانت داری کی اہمیت کو اجاگر کیا، جس سے معاشرتی تعلقات میں اعتماد، احترام اور انصاف کی فضا قائم ہوتی ہے۔

"أَدِّ الأَمَانَةَ إِلَى مَنْ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ." xviii

(اپنی امانت کو اس شخص کو ادا کرو جس نے تمہیں امانت دی، اور جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہو، تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔)

یہ حدیث امانت داری کے اصول کو واضح کرتی ہے کہ ہر مسلمان کو اپنی ذمہ داریوں کو ایمانداری سے نبھانا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے امانت داری کو تعلقات کی استواری اور معاشرتی انصاف کے لیے ضروری قرار دیا۔ اس حدیث کے ذریعے ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ خیانت سے بچنا اور امانت کو پورا کرنا نہ صرف دینی فرض ہے بلکہ تعلقات کی مضبوطی کا ذریعہ بھی ہے۔

اسلام میں صداقت کو ایک بلند ترین صفت قرار دی گئی ہے، کیونکہ یہ ہر عمل میں راستبازی اور سچائی کو یقینی بناتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرت میں ہمیشہ صداقت کی اہمیت پر زور دیا اور اسے معاشرتی تعلقات میں استحکام اور فرد کی روحانی کامیابی کا ذریعہ بتایا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ." xix

(یقیناً سچائی نیک عمل کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیک عمل جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔)

نبی کریم ﷺ نے سچائی کو ایک ایسا راستہ قرار دیا جو نہ صرف دنیا میں انسان کی کامیابی کا ذریعہ ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کے لیے کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

p] مساوات اور عدل

اسلام میں مساوات اور عدل کے اصولوں کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے کیونکہ یہ ایک منصفانہ اور متوازن معاشرت کی بنیاد ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرت میں ہمیشہ انصاف اور مساوات کی تعلیم دی، جس سے نہ صرف فرد کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ معاشرت میں امن اور ہم آہنگی بھی قائم رہتی ہے۔ اسلام میں تمام انسانوں کو یکساں حقوق دینے کا اصول ایک مثالی معاشرت کے قیام کی بنیاد ہے۔

اسلام میں عدل کو انتہائی اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ یہ معاشرتی استحکام اور امن کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتا، وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

حدیث نبویؐ ہے: "مَنْ لَا يَعْدِلُ فِي النَّاسِ فَلَا يُفْلِحُ." [xx]

(جو شخص لوگوں کے درمیان انصاف نہیں کرتا، وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔)

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ عدل کے بغیر فرد یا معاشرہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کے ذریعے ہمیں یہ سکھایا گیا کہ عدل انسان کی کامیابی کی بنیاد ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی شخص یا معاشرہ حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

اسلام میں مساوات کا اصول انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاءَكُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَىٰ عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَىٰ أَسْوَدٍ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَىٰ أَحْمَرٍ" [xxi]

(اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ بھی ایک ہیں، کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر، نہ کسی سرخ رنگ کو سیاہ رنگ پر کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی کسی سیاہ رنگ کو سرخ رنگ پر۔)

اس حدیث کا پیغام یہ ہے کہ ہر انسان کی قدر و قیمت اللہ کے ہاں اس کے عمل اور تقویٰ کے مطابق ہے، نہ کہ اس کے نسلی پس منظر یا رنگ و نسل کی بنیاد پر۔

اسلام میں مسلمانوں کے مابین محبت، تعاون اور ایک دوسرے کا ساتھ دینا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل اور اقوال کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے اور یکجہتی کو فروغ دیا۔ مؤمن ایک دوسرے کے لیے مددگار اور معاون ہیں، اور ان کا رشتہ مضبوط اور پائیدار ہوتا ہے۔

سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "المؤمنُ للمؤمنِ كالبنيانِ يشدُّ بعضُهُ بعضًا" [xxii]

(مؤمن مؤمن کے لیے اس طرح ہیں جیسے ایک عمارت کی اینٹیں ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں۔)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں سکھایا کہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، جہاں اگر کسی ایک کی حالت خراب ہو تو باقی سب پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس حدیث کے ذریعے ہم پر یہ فرض آتا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہر حال میں تعاون کریں اور ان کی مدد کریں تاکہ ہم

Recognized by HEC in Y-Category
ONLINE - ISSN- 3006-595X
PRINT - ISSN- 3006-5941

سب کا رشتہ مضبوط ہو اور معاشرت میں امن و محبت قائم رہے۔

سچائی اور امانت داری

تعلقات عامہ میں اعتماد کا قیام سچائی اور امانت داری پر منحصر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ صدق اور امانت نہ صرف تعلقات کو مضبوط بناتے ہیں بلکہ ایک پائیدار معاشرہ قائم کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

معاشرتی تعلقات اور معاملات میں صداقت و امانت کو ہمیشہ اعلیٰ مقام حاصل رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات نے ان اقدار کو نہ صرف اخلاقی اصول قرار دیا بلکہ عملی زندگی کا جزو لازم بنایا۔ نبی کریم ﷺ کی ہدایات صداقت اور امانت کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں، جو تعلقات عامہ کے بنیادی اصول ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ"xxiii

(سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا)

یہ حدیث تعلقات عامہ کے اہم پہلو یعنی صداقت اور امانت کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ معاشرتی زندگی میں ان اقدار کی پیروی اسلامی تعلیمات کا مرکز ہے، جو ایک کامیاب اور بامقصد تعلقات کے قیام کی ضمانت دیتی ہیں۔

امانت داری انسانی معاشرت کا ایک بنیادی ستون ہے، جو اعتماد، عدل، اور تعلقات کی مضبوطی کا سبب بنتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں امانت کو زندگی کا اہم اصول قرار دیا گیا ہے، جو فرد اور معاشرے کی ترقی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ"xxiv(امانت اس کے سپرد کرو جس نے تمہیں اس پر امین بنایا ہو)

یہ فرمان امانت داری کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور تعلقات عامہ میں اعتماد قائم کرنے کا ایک بنیادی اصول بیان کرتا ہے۔ معاشرتی اور پیشہ ورانہ تعلقات میں امانت کی پاسداری ترقی اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

سچائی ایک ایسی قدر ہے جو نہ صرف انفرادی کردار کو سنوارتی ہے بلکہ معاشرتی تعلقات میں اعتماد اور بھلائی کا دروازہ کھولتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں صدق کو ہر نیکی اور خیر کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جو کامیابی کا اہم عنصر ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"الصِّدْقُ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ"xxv(سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے)

یہ حدیث صدق کے تعلقات عامہ میں کلیدی کردار کو بیان کرتی ہے۔ سچائی انسان کو نیکی اور عدل کی راہ پر گامزن کرتی ہے، جو تعلقات کی مضبوطی اور معاشرتی بھلائی کی بنیاد ہے۔

لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھنا

تعلقات عامہ میں دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھنا ایک اہم اصول ہے جو تعلقات کو مضبوط اور دیرپا بناتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عملی زندگی میں ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ لوگوں کی مدد کی جائے، ان کے مسائل حل کیے جائیں، اور انہیں سہولت فراہم کی

جائے۔

جب ہم کسی کی مدد کرتے ہیں، تو نہ صرف دنیا میں اس کا فائدہ ہوتا ہے بلکہ قیامت کے دن اللہ کی طرف سے ہماری مشکلات بھی آسان ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

"مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا، نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ."[xxvi]

(جو شخص کسی مسلمان سے دنیا کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کرے، اللہ قیامت کے دن اس کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کرے گا)

یہ حدیث تعلقات عامہ میں انسانوں کی مدد اور غموں کو بانٹنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس میں ایک خوبصورت اصول یہ ہے کہ دوسروں کی مدد کر کے ہم اپنے لیے اللہ کی مدد حاصل کرتے ہیں، اور اس سے معاشرتی تعلقات میں اخوت اور ہمدردی کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔

خدمتِ خلق کا جذبہ

اسلام میں خدمتِ خلق کو بہت بڑی عبادت اور فلاح کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ میں خدمتِ خلق کا جذبہ ہمیشہ نمایاں رہا، آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں انسانیت کی خدمت کو اپنی ترجیح بنایا۔ خدمتِ خلق نہ صرف فرد کی روحانیت میں اضافہ کرتی ہے بلکہ یہ معاشرتی ہم آہنگی اور اجتماعی فلاح کی بنیاد بھی ہے۔

خدمتِ خلق کے حوالے سے نبی ﷺ کی ہدایات ہمیں بتاتی ہیں کہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور خدمت کرنے سے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی عظیم انعامات حاصل ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللَّهَ."[xxvii](جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ دوسروں کی خدمت اور ان کا شکر گزار ہونا اللہ کی رضا کی طرف لے جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادات میں ہمیشہ خیر کے راستوں کو اپنانے اور دوسروں کی مدد کرنے کی اہمیت کو بیان کیا۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:"مَنْ فَتَحَتْ لَهُ بَابُ خَيْرٍ فَفَتَحَ لَهُ اللَّهُ بَابًا مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ."[xxviii]

(جو شخص دوسروں کے لیے بھلائی کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیتا ہے۔)

یہ حدیث خدمتِ خلق اور خیر کے کاموں کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس تعلیم کے ذریعے ہم پر یہ فرض آتا ہے کہ ہم دنیا میں دوسروں کے لیے اچھائیاں پیدا کریں اور ان کے لیے بہتر مواقع پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

سیدنا جابر کہتے ہیں کہ خاتم النبیین ﷺ ارشاد فرمایا:

"خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ."[xxix]

(سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو دوسروں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہوں۔)

اس حدیث کی روشنی میں، مسلمانوں کو اپنی زندگی میں دوسروں کے لیے فائدہ مند بننے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ نہ صرف دنیا میں

سکون وخوشی حاصل ہو، بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی رضا اور جنت کی بشارت مل سکے۔

لوگوں کے حقوق کا احترام

اسلامی تعلیمات میں انسانوں کے حقوق کا احترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اہمیت دی گئی ہے۔ یہ نہ صرف ایک اخلاقی فریضہ ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی اور تعلقات کی مضبوطی کے لیے ضروری ہے۔ لوگوں کے حقوق کا احترام تعلقات عامہ میں اعتماد اور محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

اسلامی معاشرت میں بھائی چارہ اور محبت کو بہت بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ جب انسان اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے، تو ایک کامیاب اور ہم آہنگ معاشرت کا قیام ممکن ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ"[xxx]

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کامل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے)

یہ حدیث تعلقات عامہ میں محبت، ایثار اور باہمی احترام کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ اس اصول کو اپنانے سے نہ صرف فرد کی شخصیت میں بہتری آتی ہے بلکہ پورے معاشرتی نظام میں اعتماد اور تعاون کی فضا بھی قائم ہوتی ہے۔

اسلامی معاشرت میں باہمی تعاون اور ضرورت مندوں کی مدد کو اعلیٰ اخلاقی قدر قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات ہمیں دوسروں کی ضروریات کو پورا کرنے کی ترغیب دیتی ہیں، تاکہ سماج میں ہمدردی اور اخوت کی فضا قائم ہو۔ یہ عمل نہ صرف انسانیت کی خدمت ہے بلکہ اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ، كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ"[xxxi]

(جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے)

یہ حدیث تعلقات عامہ میں خدمت خلق اور ایثار کے اصول کو نمایاں کرتی ہے۔ جب انسان دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے، تو وہ اللہ کی مدد اور قربت کا مستحق بنتا ہے۔ یہ اصول ایک مثالی معاشرتی نظام اور باہمی تعلقات کی مضبوطی کی بنیاد ہے۔

برداشت اور صبر کی تلقین

برداشت اور صبر کے اصول معاشرتی تعلقات میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے انسانوں کو صبر کرنے اور ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کرنے کی تلقین کی۔ آپ کی زندگی میں ہر حالت میں صبر کی ایک مثال موجود ہے، چاہے وہ اذیت برداشت کرنا ہو یا مخالفین کے ساتھ معاملات ہوں۔

نبی ﷺ کی احادیث میں صبر اور برداشت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے تاکہ افراد اپنے تعلقات میں توازن برقرار رکھیں اور معاملات کو

Recognized by HEC in Y-Category
ONLINE - ISSN- 3006-595X
PRINT - ISSN- 3006-5941

اچھے طریقے سے حل کریں۔ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ يَصْبِرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ."[xxxii] (جو صبر کرتا ہے، اللہ اسے صبر عطا کرتا ہے)

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو نہ صرف ان کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیتا ہے بلکہ ان کے صبر کو بڑھاتا بھی ہے، تاکہ وہ اپنی مشکلات کو بہتر طریقے سے جھیل سکیں اور اس کے بدلے میں اللہ کی رضا حاصل کر سکیں۔

صبر کی اہمیت اسلامی تعلیمات میں بہت زیادہ ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوال وافعال سے اس کی فضیلت کو واضح کیا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے: "إِنَّمَا الصَّبْرُ عِندَ صَدْمَةِ الْمُصِيبَةِ."[xxxiii]

(صبر تو صرف اس وقت ہے جب مصیبت کے آغاز میں انسان پر دھچکا لگتا ہے۔)

نبی ﷺ نے ہمیں یہ سکھایا کہ حقیقی صبر وہ ہے جو ہم فوراً کسی مصیبت کا سامنا کرتے وقت دکھائیں، کیونکہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کی روحانی قوت اور ایمان کا امتحان ہوتا ہے۔

مشاورت کے اصول

مشاورت کی اہمیت نبی ﷺ کی زندگی میں بہت زیادہ تھی۔ آپ نے تمام معاملات میں اپنی جماعت کے ساتھ مشاورت کی، چاہے وہ جنگی امور ہوں یا معاشرتی مسائل۔ اس کا مقصد ہر فرد کو اپنے خیال کا اظہار کرنے کا موقع دینا تھا تاکہ بہترین فیصلہ کیا جا سکے۔

مشاورت اسلام میں ایک اہم عمل ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں بڑے اہتمام سے اپنایا اور مسلمانوں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ مشاورت کسی کام کو بہتر اور زیادہ کامیاب بنانے کے لیے کی جاتی ہے، اور اس میں دل ودماغ کی یکجہتی ضروری ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے: "فَإِذَا شَارَكْتَ فِي الْمُشَاوَرَةِ فَشَارِكْ فِي الْقَلْبِ."[xxxiv]

(اگر تم مشاورت میں شریک ہو، تو دل سے شریک ہو۔)

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق، کسی بھی فیصلے میں شریک ہونے کے وقت پوری دلجمعی اور ایمانداری سے شریک ہونا چاہیے تاکہ بہتر نتائج حاصل کیے جا سکیں۔ اس حدیث کی روشنی میں ہمیں یہ سیکھنا چاہیے کہ مشاورت کے عمل میں ہماری مکمل توجہ اور دل کی یکجہتی اہم ہے تاکہ ہم اللہ کی رضا کے مطابق فیصلے کر سکیں۔

مشورہ دینا اور لینا ایک اہم سماجی اصول ہے جو اسلامی تعلیمات میں اخوت، خیر خواہی اور باہمی تعلقات کو مضبوط بنانے کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ یہ عمل نہ صرف دوسروں کی مدد کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ معاشرتی ترقی اور تعلقات میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُشِرْ عَلَيْهِ"[xxxv]

(جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مشورہ طلب کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اچھی رائے دے)

یہ حدیث مشورے کی اہمیت اور اس میں اخلاص کی ضرورت کو واضح کرتی ہے۔ تعلقات عامہ میں، مشورہ ایک ایسا عمل ہے جو تعلقات کو بہتر بناتا اور افراد کو ایک دوسرے کی فلاح کے لیے جڑتا ہے۔

مشورہ ایک امانت ہے جو افراد کے درمیان اعتماد اور خیر خواہی کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں مشورہ دینے والے کو امانت

دار اور خیر خواہ ہونے کا پابند بنایا گیا ہے، تاکہ مشورہ لینے والا بھروسہ محسوس کرے اور صحیح فیصلہ کر سکے۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ."[xxxvi] (جس سے مشورہ لیا جائے، وہ امانت دار ہوتا ہے)

یہ حدیث تعلقات عامہ میں مشورے کی حساسیت اور اس کے امانتی پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ مشورہ دینے والا اپنے بھائی کے حق میں بہترین اور مخلصانہ رائے دینے کا ذمہ دار ہے، تاکہ تعلقات اعتماد اور بھلائی کی بنیاد پر استوار ہوں۔

تعلقات عامہ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں

تعلقات عامہ انسانی معاشرت کا ایک اہم پہلو ہے، جو افراد اور اقوام کے درمیان رابطے، تفہیم، اور اعتماد کو فروغ دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا فن ہے جو انسان کو دوسروں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلام، جو کہ مکمل ضابطہ حیات ہے، نے تعلقات عامہ کو انتہائی اہمیت دی ہے اور اس حوالے سے جامع اصول فراہم کیے ہیں۔ ان اصولوں کی عملی تفسیر ہمیں نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں واضح طور پر نظر آتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ تمام انسانوں کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی تعلقات عامہ کے اصولوں کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے، جنہیں اپنانے سے معاشرتی ہم آہنگی اور بین الاقوامی سطح پر پرامن تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی حکمتِ عملی اور مثالی اخلاق کے ذریعے انسانوں کو قریب لانے، اختلافات کو ختم کرنے، اور معاشرتی مساوات کے قیام کی عملی مثالیں فراہم کیں۔

یہ فصل نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تعلقات عامہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ کس طرح آپ ﷺ نے اپنے دور کے معاشرتی مسائل کو حکمت اور بصیرت کے ساتھ حل کیا اور انسانیت کو ایسے اصول عطا کیے جو آج بھی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف واقعات اور اعمال تعلقات عامہ کے حوالے سے ایک واضح اور جامع لائحہ عمل مہیا کرتے ہیں، جو ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل: تعلقات عامہ کی بنیاد

نبی کریم ﷺ کا طرزِ عمل انسانیت کے لیے ایک مشعل راہ ہے، جو تعلقات کے حوالے سے بے مثال ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق اور حسن سلوک سے لوگوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط کیا۔ اس حصے میں نبی ﷺ کے طرزِ عمل کو تعلقات عامہ کی بنیاد کے طور پر پیش کیا جائے گا۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"'مَنْ سَلاَمَتْ يَدُهُ وَلِسَانُهُ فَهُوَ الْمُسْلِمُ"[xxxvii]

(سب سے اچھا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں)۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ یہ پبلک ریلیشنگ کے اہم

اصولوں میں شامل ہے، جہاں کسی فرد یا ادارے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے الفاظ، عمل اور رویوں سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ ایک مثبت تصویر پیش کرے۔

مکی دور میں تعلقات عامہ

مکی دور میں تعلقات عامہ کا پہلو سب سے زیادہ حکمت، صبر، اور نرم رویہ پر مبنی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس دور میں نہ صرف اپنے مخالفین کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا بلکہ معاشرتی ہم آہنگی کی مثالیں قائم کیں۔ اس دور کی حکمت عملی نے اسلام کی ابتدائی دعوت کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کی۔

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے مکی زندگی میں قریش کے ظلم و ستم کا سامنا کرتے ہوئے صبر کا دامن تھامے رکھا اور اپنی حکمت سے اسلام کے پیغام کو پھیلایا۔ آپ نے اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کیا کہ تعلقات عامہ کا اصل اصول برداشت اور احسان ہے، حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کا مظاہرہ کیا گیا۔"[xxxviii]

رسول اللہ ﷺ نے مکی دور میں قریش کے ظلم کے باوجود صبر و حکمت کے ساتھ اسلام کا پیغام پہنچایا۔ آپ ﷺ کا تعلقات عامہ کا اصول برداشت اور احسان تھا، جس سے دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کی مثال قائم کی۔

جب قریش نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو مسترد کیا، تو آپ ﷺ نے حکمت عملی اور صبر سے ان کے دلوں میں اسلام کی حقیقت کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کا ہر عمل ایک جدید تعلقات عامہ کی حکمتِ عملی کی طرح تھا، جس میں حسن سلوک اور ہمدردی شامل تھی۔

مولانا شبلی نعمانیؒ سیرت النبی ﷺ میں رقمطراز ہیں:

"جب قریش نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو مسترد کیا، آپ ﷺ نے حکمت عملی سے ان کے دل جیتنے کی کوشش کی۔ آپ نے ذاتی دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا، جس سے دعوت کو تقویت ملی۔"[xxxix]

نبی اکرم ﷺ نے قریش کے استرداد کے باوجود حکمت سے ان کے دل جیتنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ نے ذاتی دشمنوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور حسن سلوک دکھایا، جس سے دعوت کو مزید قوت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔

نبی اکرم ﷺ نے مکی دور کے ابتدائی مراحل میں خفیہ طور پر دعوت کا آغاز کیا، تاکہ صرف وہ افراد جو کھلے ذہن رکھتے تھے، اسلام کے پیغام کو سمجھ سکیں۔ یہ حکمت عملی تعلقات عامہ کی ایک ابتدائی اور دانشمندانہ بنیاد سمجھی جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے اس بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"ابتدائی دور میں نبی اکرم ﷺ نے خفیہ طور پر دعوت کا کام کیا اور صرف ان لوگوں تک بات پہنچائی جو زیادہ کھلے ذہن کے حامل تھے۔ یہ حکمت عملی مکی دور میں تعلقات عامہ کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔"[xl]

ابتدائی دور میں نبی اکرم ﷺ نے خفیہ طور پر دعوت دی اور صرف ذہنی طور پر کھلے افراد تک پیغام پہنچایا۔ یہ حکمت عملی مکی دور میں تعلقات عامہ کے اصولوں کی بنیاد تھی۔

مدنی دور میں تعلقات عامہ

مدنی دور میں نبی اکرم ﷺ نے اسلام کی دعوت کو عوامی سطح پر پھیلایا اور مختلف قبائل، قوموں، اور لوگوں کے ساتھ تعلقات استوار کیے۔ اس دور میں تعلقات عامہ کی حکمت عملی مزید مستحکم ہوئی، جہاں حکمت، صبر اور دانشمندی سے روابط قائم کیے گئے۔

میثاقِ مدینہ ایک اہم معاہدہ تھا جس کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان حقوق و فرائض کا تعین کیا۔ یہ معاہدہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے ایک قانونی دستاویز تھا بلکہ تعلقات عامہ کی حکمت عملی کی ایک شاندار مثال بھی تھا۔

سید سلیمان ندوی سیرت النبیؐ میں مدینہ کے یہود اور ان سے معاہدہ کے عنوان میں رقمطراز ہیں:

"میثاقِ مدینہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان حقوق و فرائض کا تعین کیا۔ یہ تعلقات عامہ میں نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی کی بہترین مثال ہے۔"[xli]

مدینہ میں نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ عہد و پیمان کیا تاکہ معاشرتی امن و امان قائم رہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری رقمطراز ہیں:

"مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے عہد و پیمان کا اہتمام کیا تاکہ امن قائم رہے۔ آپ ﷺ نے اس بات پر زور دیا کہ معاہدے کی پابندی تمام فریقین کے لیے لازم ہے۔"[xlii]

مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ عہد و پیمان کیا تاکہ امن قائم رہے۔ آپ ﷺ نے معاہدے کی پابندی کو تمام فریقین کے لیے ضروری قرار دیا، جو تعلقات عامہ کی ایک اہم حکمت عملی تھی۔

مدینہ میں مواخات کا قیام

نبی کریم ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد معاشرتی یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے مواخات کا نظام قائم کیا۔ اس نظام کے ذریعے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت و بھائی چارے کا رشتہ قائم ہوا، جو تعلقات عامہ کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ یہ اقدام اسلامی معاشرت کی مضبوط بنیاد تھا، جس نے اجتماعی ہم آہنگی کو فروغ دیا۔

ابن ہشامؒ لکھتے ہیں

"مدینہ پہنچنے پر رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارے کا معاہدہ کرایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔" اس معاہدے کے تحت دونوں گروہوں نے معاشی اور سماجی ذمہ داریاں مشترکہ طور پر نبھائیں، اور ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھا"[xliii]

مواخات کا نظام تعلقات عامہ کی ایسی حکمت عملی تھی جس نے مختلف سماجی طبقات کو ایک دوسرے کے قریب کیا اور اسلامی معاشرت کی بنیاد رکھی۔

طبقات ابن سعد میں یوں بیان ہوا ہے:

"نبی کریم ﷺ نے مواخات کے تحت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف کو سیدنا سعد بن ربیع کا بھائی مقرر کیا۔ سیدنا سعد نے اپنے مال اور گھر کو عبدالرحمٰن کے ساتھ بانٹنے کی پیشکش کی، جسے عبدالرحمٰن نے شائستگی سے انکار کرتے ہوئے اپنی محنت سے روزگار کمانا پسند کیا"۔[xliv]

مواخات کے ذریعے ایک عملی مثال قائم کی گئی، جس میں قربانی اور بھائی چارے کی اعلیٰ قدریں شامل تھیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ

"مہاجرین کے لیے انصار نے اپنی زمینیں، باغات، اور کاروبار کے مواقع پیش کیے۔ اس انمول قربانی نے اسلامی ریاست کی معیشت کو مضبوط کیا اور تعلقات عامہ کو ایک عملی رخ دیا"۔[xlv]

مواخات مدینہ نے معاشی اور سماجی یکجہتی کے ذریعے تعلقات عامہ کے اصولوں کو مضبوط کیا۔

مشاورت اور حکمت عملی (شوریٰ)

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں مشاورت کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے ہر اہم معاملے میں صحابہ کرام سے مشورہ کرکے اجتماعی فیصلے کیے، جو تعلقات عامہ میں مشاورت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ طریقہ نہ صرف اتحاد و اتفاق کا ذریعہ تھا بلکہ معاشرتی نظم و ضبط کا ایک مثالی نمونہ بھی پیش کرتا تھا۔

واقعہ غزوۂ بدر

غزوۂ بدر کا معرکہ اسلامی تاریخ میں نہ صرف ایک اہم جنگ تھا بلکہ اس میں نبی ﷺ کی رہنمائی میں صحابہ کرام کے ایمان، وفاداری اور عزم کا بے مثال مظاہرہ ہوا۔ جب نبی ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا اور اس موقع پر انہوں نے بے خوف ہو کر اپنی جانیں نبی ﷺ کے ساتھ لگانے کا عہد کیا۔ اس میں اسلامی تعلیمات اور تعلقات عامہ کے اصول بھی جھلکتے ہیں، جہاں رہنمائی، عزم اور وفاداری کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔

صفی الرحمٰن مبارکپوری یوں قلمبند کرتے ہیں:

"غزوۂ بدر کے موقع پر، جب قریش کا قافلہ قریب تھا اور جنگ کا امکان نظر آرہا تھا، نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ مہاجرین اور انصار دونوں نے اپنی آراء پیش کیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور نہایت اچھی بات کہی۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی نہایت عمدہ بات کہی۔ پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض پرداز ہوئے: اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو جو راہ دکھلاتی ہے اس پر رواں دواں رہتے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ "تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو، ہم یہیں بیٹھے ہیں۔" بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کے پروردگار چلیں اور لڑیں اور ہم بھی آپ کے ساتھ لڑیں گے۔ اس ذات کی قسم جس

نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہم کو بزرگ عماد تک لے چلیں تو ہم راستے والوں سے لڑتے بھڑتے آپ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔"[xlvi]

یہ واقعہ نبی اکرم ﷺ کی مشاورت کی عادت کو نمایاں کرتا ہے، جس سے صحابہ میں اعتماد اور اتحاد پیدا ہوا۔

غزوۂ احد کا مشورہ

مدینہ میں رہنے یا دشمن کا سامنا کرنے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ آپ ﷺ نے اکثریت کی رائے کو فوقیت دی اور باہر جا کر دشمن کا سامنا کیا۔ یہ عمل اجتماعی مشاورت کی اسلامی روح اور اکثریتی فیصلے کو قبول کرنے کی بہترین مثال ہے۔

عبد الملک ابن ہشامؒ لکھتے ہیں

جنگ کے متعلق مشورہ ابن اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تمہاری رائے ہو تو مدینہ ہی میں رہ کر لڑو۔ اگر وہ وہیں پڑے رہے تو بری جگہ میں پڑے رہیں گے اور اگر ہم پر انہوں نے حملہ کیا تو ہم آن سے جنگ کریں گے۔ عبد اللہ بن اُبی بن سلول کی رائے بھی آنحضرتؐ کی رائے سے موافق تھی اور یہی چاہتا تھا کہ مسلمان ظاہر شکل کر نہ لڑیں مسلمانوں میں ے وہ لوگ جن کو شہادت سے فائز ہونا تھا اور وہ لوگ اس بدر کی جنگ میں شریک نہ تھے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم کو ساتھ لے کہ آپ دشمنوں کے مقابلہ پر چلیں۔ اگر پر ہم ان کے مقابل نہ جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم ان سے ڈر گئے اور ہم اور ہیں"[xlvii]

اس اقتباس میں جنگ کی حکمت عملی کے بارے میں نبی ﷺ کی مشاورت اور صحابہ کرام کی جرات مندانہ رائے کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ کسی بھی اہم فیصلہ سازی میں رہنمائی اور مشورے کی اہمیت ہے اور عزم و ایمان کا بھرپور مظاہرہ کرنا چاہیے۔[xlviii]

صلح حدیبیہ کے دوران مشاورت

حدیبیہ کا معاہدہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے قریش سے معاہدہ کرنے سے قبل اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر صحابہ کرام کی مختلف آراء سامنے آئیں، اور بعض نے معاہدے کے حوالے سے تحفظات کا اظہار کیا۔ لیکن نبی ﷺ نے صبر، حکمت اور اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس معاہدے کو قبول کیا، جس سے بعد میں مسلمانوں کے لیے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

علامہ شبلی نعمانی اس واقعے کو یوں قلمبند کرتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قریش سے معاہدے سے قبل صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ عمر بن خطابؓ جیسے صحابہ نے اپنے تحفظات ظاہر کیے، لیکن معاہدے کی حکمت کو سمجھنے کے لیے آپ ﷺ نے صبر اور حکمت کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے نبی ﷺ سے کہا: "یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟" اور جب نبی ﷺ نے معاہدے کے بارے میں حکمت بتائی تو صحابہ نے آپ ﷺ کے فیصلے کی تکمیل کی۔ اس موقع پر نبی ﷺ کی صبر و حکمت کا مظاہرہ اور آپ کا صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ دینا ایک عظیم رہنمائی کی مثال تھا"۔[xlix]

حدیبیہ کا معاہدہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ قیادت میں مشورہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور صحابہ کرام کے تحفظات اور خیالات کو سننا ضروری ہے۔ نبی ﷺ نے اس موقع پر حکمت اور صبر کا مظاہرہ کیا، جس سے یہ ثابت ہوا کہ بعض اوقات عارضی نقصان کے باوجود اللہ کی حکمت میں دیرپا فائدے پوشیدہ ہوتے ہیں

مسجد نبوی: مرکز تعلقات عامہ

مسجد نبوی نہ صرف عبادات کا مقام تھا بلکہ یہ ایک ہمہ گیر مرکز کے طور پر بھی کام کرتی تھی۔ یہاں نبی کریم ﷺ نے وفود کا استقبال کیا، معاہدات کیے، اور قبائل کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کیے۔ یہ معاشرتی اور سیاسی حکمت عملی کا عملی مظہر تھا۔

محمد حمید اللہ لکھتے ہیں

"مسجد نبوی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ یہ سفارتی تعلقات کے قیام اور مشاورت کا مرکز تھی۔ یہاں نبی ﷺ مختلف قبائل کے وفود کا استقبال کرتے اور ان کے ساتھ معاہدے طے کرتے۔ یہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں قبائلی نمائندے اپنی شکایات پیش کرتے، مشورے لیتے، اور مختلف سیاسی معاملات پر تبادلہ خیال کرتے۔ مسجد نبوی میں اس طرح کے سفارتی تعلقات نے اسلام کے پیغام کو مزید پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ نبی ﷺ نے اس مرکزیت کو حکمت و بصیرت کے ساتھ استعمال کیا، جس نے امت مسلمہ کی بنیاد مضبوط کرنے میں مدد دی"۔ [l]

مسجد نبوی سفارتی مرکز کے طور پر اسلامی ریاست کی بنیاد مستحکم کرنے کا ذریعہ تھی۔ یہاں نبی ﷺ نے حکمت کے ساتھ مختلف قبائل کے وفود کے ساتھ معاہدے کیے اور مشاورت کے ذریعے اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کی۔

سیرت ابن ہشام میں یوں لکھا گیا ہے:

"مسجد نبوی میں نبی ﷺ نے مختلف وفود کا استقبال کیا اور ان کے ساتھ معاملات طے کیے۔ یہ جگہ سفارتی تعلقات کا بھی مرکز تھی، جہاں قبائل کے ساتھ معاہدے اور مشاورت کی جاتی تھی۔" [li]

مسجد نبوی نے سفارتی تعلقات عامہ کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا اور اتحاد کی مثال قائم کی۔

بازار مدینہ کی تنظیم: اقتصادی تعلقات عامہ

نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں بازار کے انتظام کو نہ صرف اقتصادی سکونت کے لیے بلکہ معاشرتی تعلقات کے فروغ کے لیے اہمیت دی۔ آپ ﷺ نے کاروباری اخلاق، منصفانہ لین دین اور تجارت میں ایمانداری کے اصول متعارف کرائے، جو تعلقات عامہ کی کامیاب حکمت عملی کا حصہ تھے۔

مقالہ نگار ثریا بتول لکھتی ہیں

"رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے بازاروں میں قیمتوں کے تعین کے لیے کسی خاص پالیسی کا اعلان نہیں کیا، بلکہ تجارت میں ایمانداری، عدل اور انصاف کے اصولوں کی پیروی کرنے کی ہدایت دی۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص کسی چیز کو بیچتا ہے، وہ اپنے بھائی کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آئے۔" [lii]

نبی ﷺ نے تجارتی تعلقات میں ایمانداری اور عدل کو اہمیت دی، جو تعلقات عامہ کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے مدینہ کے بازاروں میں تجارتی معاملات میں شفافیت اور ایمانداری کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے واضح تجارتی اصول وضوابط وضع کیے۔ آپ ﷺ کی یہ ہدایات آج بھی پبلک ریلیشنگ میں اخلاقی اصولوں کے لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں، جہاں اعتماد اور ایمانداری کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔

مقالہ نگار محمد صفدر الکشف ریسرچ جرنل میں شدہ ارٹیکل میں لکھتے ہیں

> مدینہ کے بازار میں دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے نبی ﷺ نے تجارتی قوانین اور اخلاقی اصول وضع کیے۔ آپ ﷺ نے اشیاء کی قیمتوں کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیا تاکہ کوئی بھی شخص دوسروں کو دھوکہ نہ دے سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کسی بھی شخص کو اپنے بھائی کے ساتھ دھوکہ دہی نہیں کرنی چاہیے، اور نہ ہی کسی کا مال بغیر اجازت کے لینا چاہیے۔" اس فرمان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے مارکیٹ میں ایمانداری اور شفافیت کو فروغ دیا اور کسی بھی قسم کی دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے لوگوں کو متنبہ کیا۔ آپ ﷺ کی یہ ہدایات پبلک ریلیشنگ کے اصولوں کی بنیاد فراہم کرتی ہیں، جہاں معلومات کی درست فراہمی، شفافیت اور ایمانداری عوامی تعلقات میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔[liii]

حضرت محمد ﷺ نے تجارتی قوانین اور اخلاقی اصول وضع کرکے دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے ایک مضبوط فریم ورک فراہم کیا، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پبلک ریلیشنگ میں بھی شفافیت اور ایمانداری کا عمل ضروری ہے تاکہ عوام کے ساتھ اعتماد کا رشتہ قائم کیا جاسکے۔

حوالہ جات

[i] ۔البقرہ:62

[ii] ۔الفرقان:63

[iii] ۔آل عمران:103

[iv] ۔المائدہ:8

[v] ۔النساء:58

[vi] ۔الأحزاب:21

[vii] ۔النساء:58

[viii] ۔التوبۃ:119

[ix] ۔الحج:30

[x] ۔الاسراء:34

[xi] ۔المطففین:1

[xii] ۔التغابن:14

[xiii] ۔آل عمران:134

[xiv] ۔البقرۃ:153

[xv] ۔امام احمد بن حنبل، مسند احمد،(رقم الحدیث:8595)

[xvi] ۔امام نسائی، سنن نسائی،(رقم الحدیث:4998)

[xvii] ۔امام بخاری، صحیح بخاری(رقم الحدیث:6019)

[xviii] ۔ابو داؤد، سنن ابو داؤد(رقم الحدیث:3535)

[xix] ۔امام مسلم، صحیح مسلم(رقم الحدیث:6639)

[xx] ۔ایضاً،۔۔۔۔

[xxi] ۔امام احمد، مسند احمد،(رقم الحدیث:23489)

[xxii] ۔امام بخاری، صحیح بخاری،(رقم الحدیث:2446)

[xxiii] ۔امام ترمذی، سنن ترمذی،(رقم الحدیث:1209)

[xxiv] ۔امام ترمذی، سنن ترمذی،(رقم الحدیث:1264)

[xxv] ۔امام مسلم، صحیح مسلم،(رقم الحدیث:6638)

[xxvi] ۔امام ترمذی، سنن ترمذی(رقم الحدیث:1425)

[xxvii] ۔امام نسائی، سنن نسائی،(رقم الحدیث:1954)

[xxviii] ۔قضاعی، ابو عبد اللہ، قاضی، مسند الشھاب(رقم الحدیث:435)

[xxix] ۔ایضاً،(رقم الحدیث:1234)

[xxx] ۔امام بخاری، صحیح بخاری(رقم الحدیث:13)

[xxxi] ۔امام مسلم، صحیح مسلم(رقم الحدیث:6578)

[xxxii] ۔امام ابو داؤد، مسند احمد(رقم الحدیث:11435)

[xxxiii] ۔محمد فواد عبد الباقی، اللؤلؤ والمرجان(مجموعہ صحیح بخاری و مسلم)(رقم الحدیث:533)

[xxxiv] ۔امام بخاری، صحیح بخاری،(رقم الحدیث:7370)

[xxxv] ۔ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ(رقم الحدیث:3747)

[xxxvi] ۔امام ترمذی، سنن ترمذی(رقم الحدیث:2823)

[xxxvii]۔ امام بخاری، صحیح بخاری،(رقم الحدیث:10)

[xxxviii]۔ ندوی، سلیمان، سید، سیرت النبی ﷺ، اعظم گڑھ: معارف اعظم، 1332ھ، ج1، ص205۔

[xxxix]۔ شبلی نعمانی، مولانا، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2016، ج1، ص157۔

[xl]۔ محمد حمید اللہ، سیرت النبیؐ، (مترجم: پروفیسر خالد پرویز)(محمدؐ کی حکمرانی وجانشینی) لاہور: بکین بکس، 2006، ص96

[xli]۔ ندوی، سلیمان، سید، سیرت النبی ﷺ، اعظم گڑھ: معارف اعظم، 1332ھ، ج1، ص293

[xlii] https://www.minhaj.org/urdu/tid/1/23/2025/2:36 AM

[xliii]۔ عبد الملک ابن ہشام، سیرت ابن ہشام،، لاہور: ادارہ اسلامیات، ج1، ص340

[xliv]۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، 1990، ج1، ص374

[xlv]۔ ایضاً

[xlvi]۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم،، لاہور: المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ 2010، ص285

[xlvii]۔ عبد الملک ابن ہشام، سیرت ابن ہشام،، لاہور: ادارہ اسلامیات، جلد2، ص82

[xlviii]

[xlix]۔ نعمانی، شبلی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، اعظم گڑھ: معارف اعظم، 1332ھ، ج1، ص447۔461

[l]۔ محمد حمید اللہ، النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کاری، اسلامی اشاعتی مرکز، 1990، ص85

[li]۔ عبد الملک بن ہشام، الروض الانف شرح سیرت ابن ہشام، مترجم: مولوی قطب الدین احمد. ص215

[lii]۔ ثریا بتول علوی، رسولِ اکرم ﷺ بحیثیت تاجر، ماہنامہ محدث، اپریل 1974ء

[liii]۔ محمد صفدر، تجارتی اصول واخلاقیات: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اختصاصی مطالعہ، شمارہ نمبر 3، جنوری تا جون 2023، ص6